OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

حدیث نبوی کی حجیت: منکرین حدیث کے چند نمایاں اعتراضات کا تنقیدی مطالعہ
The Authority of Prophetic Hadith: A Critical Study of Prominent Objections by Hadith Rejecters

Ali Imran
Doctoral Candidate, Dept. of Islamic studies, University of Okara
Dr. Anwarullah
Lecturer Dept. of Islamic studies, University of Okara

Abstract

When the Almighty Allah adorned this earthly realm with humankind, the eternal struggle between good and evil also came into existence. As humanity became increasingly entangled in the abyss of misguidance, the Supreme Guide—Allah, the Most Glorious, continued to send His chosen messengers to illuminate the path from darkness to light. While some individuals embraced the truth, others outright denied it. However, there were also those who wavered in between. Regarding such people, Allah Almighty states in Surah An-Nisa: *"They are wavering between this and that, belonging neither to these nor to those. And whoever Allah leaves astray, you will never find for him a way." (Surah An-Nisa: 143)*

Furthermore, Allah has also identified individuals who selectively accept only what aligns with their own desires while rejecting what contradicts their inclinations. Almighty Allah has not only highlighted their motives but has also recorded their statements: *"They wish to make a distinction between Allah and His Messenger and say, 'We believe in some and reject others,' and they seek to get a way in between." (Surah An-Nisa: 150)* The disbelievers of Hadith

CC BY

adopt a similar approach, attempting to carve out a middle path within Islam by claiming adherence to the Quran while simultaneously rejecting the teachings of the Prophet (ﷺ), thereby altering the religion according to their own desires. By His perfect wisdom, Allah ensured that nearly all His prophets were first accepted and trusted by their societies. He supported them with miracles so that the people would recognize their truthfulness and develop unwavering confidence in their character. This foundational trust enabled the followers to fully submit to and obey the divine instructions conveyed by the prophets. Consequently, how the early Muslim community was guided towards righteousness and the straight path remains the most effective method even today that is, the complete obedience and adherence to the teachings of the Prophet (ﷺ).

While we do not claim to have examined every single Hadith compilation, we have yet to come across any authentic narration or Quranic verse that negates the acceptance of Hadith. However, the disbelievers of Hadith present certain objections aimed at discrediting the Hadith corpus. When subjected to rigorous academic scrutiny, these objections appear to stem from individuals who are heavily influenced by foreign ideologies, parrot the arguments of outsiders, interpret the Quran as per their whims, and are disconnected from the mainstream Muslim scholarship. These individuals, numbering no more than 15 to 20 persons across the entire 1,500-year history of Islam, attempt to impose their personal opinions upon the entire Ummah. Ironically, their objections are often borrowed from the works of Orientalists, who have historically sought to undermine Islam. The weight of their argument's pales in comparison to the immense intellectual legacy of Islam. This article, therefore, presents a comprehensive scholarly analysis of their objections. Each objection will be systematically listed, attributed to

its proponent, and then critically examined. This analytical process will clearly demonstrate the credibility of their claims and the strength of the responses to them. Ultimately, this discourse will determine whether their arguments hold any significant weight and whether the necessity of Hadith remains indispensable to Islam.
Keywords: Hadith, Objections, Orientalists, Prophets, Guidance

تمہید

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کی اساس قرآن و سنت پر ہے، اور نبی کریم ﷺ کی احادیث اس دین کی عملی تعبیر و تشریح فراہم کرتی ہیں۔ تاہم، تاریخ کے مختلف ادوار میں کچھ افراد نے حدیث کی حجیت اور اس کی حیثیت پر اعتراضات اٹھائے، جنہیں بعد میں "منکرین حدیث" کے عنوان سے جانا گیا۔ ان افراد کے اعتراضات بظاہر علمی انداز میں پیش کیے جاتے ہیں، لیکن جب انہیں قرآن و حدیث اور امت کے اجماعی موقف کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے تو ان کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے۔ یہ مضمون منکرین حدیث کے معروف اعتراضات کو علمی و تحقیقی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کوشش ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ ان کے اعتراضات میں کتنی معتبریت ہے، امت نے انہیں کس حد تک قبول کیا، اور ان نظریات کے امت مسلمہ پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ خاص طور پر، حدیث کی معتبریت اور قرآن کے ساتھ اس کے تعلق پر کیے جانے والے اعتراضات کو تفصیل سے جانچنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ آیا یہ اعتراضات علمی بنیادوں پر کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

انکارِ حدیث بسبب "قرآن"

ذیل میں دیے گئے اعتراضات کا تعلق منکرینِ حدیث کی اس بات سے ہے کہ جب قرآن ایک کامل کتاب ہے تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کی، ضرورت ہی کیا۔ ہے؟ مولانا صفی اللہ مبارکپوری ماہنامہ محدث کے اپنے ایک مضمون میں منکرین کے اس سوال سے متعلق لکھتے ہیں:

> "کیا قرآن میں سب کچھ ہے اور حدیث کی ضرورت نہیں؟ ان کے نزدیک حدیث کے لیے سب سے اہم اور بنیادی نقطہ یہ تلاش کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے، اس لیے حدیث کی ضرورت نہیں اس کے ثبوت میں قرآن مجید سے متعلق تفصیلا، آیات پیش کی جاتی ہیں جن کا مطلب توڑ موڑ کر اور خلط ملط بیان کر کے یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ قرآن میں ہر مسئلہ کی تفصیل موجود ہے"[1]

اس عبارت میں قرآن کی معتبریت کو بنیاد بنا کر حدیث کے انکار کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ مولانا موصوف نے منکرین حدیث کی طرف سے درج ذیل انداز سے سوال قائم کیا اور اس کے جواب کے طور پہ لکھتے ہیں:

> "اب منکرین حدیث سے ہمارا سوال ہے کہ قرآن میں مردار، خون، سور کا گوشت اور غیر اللہ کا نام پہ ذبح کیا ہوا، حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور بہیمۃ الانعام کو حلال قرار کیا گیا ہے، اور بہیمۃ الانعام کی تفسیر میں اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ کا ذکر ہے اب سوال یہ ہے، کہ باقی جانور مثلاً کتا، بلی، چیتا، ریچھ، بارہ سنگا، ہرن، خرگوش، کبوتر، کوا، یہ حلال ہیں یا حرام، ان کے حلال یا حرام ہونے کا ثبوت قرآن سے دیں؟ جبکہ ان کی حلت و حرمت کا قانون تو حدیث سے ملے گا"۔[2]

موصوف نے منکرینِ حدیث کے اعتراض کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ قرآن میں اجمال ہے اور حدیث میں انہی احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے، لہذا احدیث کی معتبریت کو قرآن کی معتبریت سے مشکوک نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا موصوف نے مزید سوالات قائم کرکے جوابات میں بتایا ہے کہ حدیث کے بغیر چارہ نہیں۔

> "دوسرا سوال لکھتے ہیں کہ نماز پڑھنے کا حکم قرآن نے دیا لیکن باقی تفصیلات قیام، قرات، رکوع، سجدہ، تشہد وغیرہ اور نماز کے احکام کی تفصیل قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ موصوف کا تیسرا سوال، زکوۃ سے متعلق ہے کہ ادا کرنے کا حکم اور عدم ادائیگی پر وعید، مذکور ہے لیکن تفصیلات مذکور نہیں ہیں، موصوف کا چوتھا سوال، مال غنیمت کی تقسیم کے حوالہ سے ہے، کہ خمس علیحدہ کرنے کے بعد، باقی کی تقسیم کا معیار حدیث میں میسر آئے گا، ناکہ قرآن میں موصوف کا پانچواں سوال ہے، چوری کی سزا پر ہاتھ کہاں سے کتنا اور کون سا کاٹا جائے، یہ تفصیل قرآن میں نہیں ہے، موصوف کا چھٹا سوال ہے نماز جمعہ کی ادائیگی اور تفصیل سے متعلق کہ کب پکارا جائے، کن الفاظ سے پکارا جائے وغیرہ، یہ چیزیں قرآن میں موجود نہ ہیں بلکہ یہ تفاصیل ساری کی ساری حدیث پاک سے میسر آتی ہیں"۔[3]

اس عبارت سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ قرآن احکام کی بنیاد ہے اور تفاصیل و تشریح احادیث ہیں، اور یہ منصب "لتبین للناس" نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے دیا ہے۔

انکارِ حدیث بسبب "حفاظتِ حدیث"

منکرینِ حدیث کی طرف سے دوسرا حربہ یہ استعمال کیا جاتا ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ چونکہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے، اس لیے یہ محفوظ ہے لیکن احادیث کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے نہیں لیا اس لیے وہ محفوظ بھی نہیں ہیں پھر قابلِ اعتماد کیسے ہو سکتی ہیں؟ ادارہ طلوع اسلام کے نمایاں فرد ڈاکٹر عبدالودود صاحب حفاظتِ حدیث پر سوال اُٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں: "کیا سنت کی حفاظت بھی اللہ تعالی نے کی ہے؟۔"[4]

سنت کی حفاظت کو مشکوک ثابت کرنے کے لیے کیے گئے اس سوال کا جواب مولانا مودودی صاحب یوں پیش کرتے ہیں۔

> "تاریخ انسانی میں گزرے ہوئے کسی نبی، کسی پیشوا، کسی لیڈر، کسی رہنما اور کسی بادشاہ یا فاتح کا کارنامہ اس طرح محفوظ نہیں رہا ہے اور یہ حفاظت بھی انہی ذرائع سے ہوئی، جن ذرائع سے قرآن کی حفاظت ہوئی، اب آپ خود دیکھ لیں کہ اللہ تعالی نے فی الواقع جریدہ عالم پر اِن نقوش کو کیسا ثبت کیا ہے، کہ آج کوئی طاقت انہیں مٹا نہیں سکتی، کیا آپ کو نظر نہیں آتا؟ کہ یہ وضو، پنج وقت کی نماز، یہ اذان، مساجد کی باجماعت نماز، یہ عیدین کی نمازیں، حج کے مناسک، زکوۃ کی شرح، یہ بقرہ عید کی قربانی، نکاح و طلاق، وراثت کے قاعدے یہ حلال و حرام کے ضابطے، جس روز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج کیے ٹھیک اُسی طرح مروج ہیں، جس طرح قرآن کی آیتیں زبانوں پہ چڑھ گئیں پھر ہزاروں سے لاکھوں، لاکھوں سے کروڑوں مسلمان دنیا کے ہر خطے میں نسل در نسل قرآن لیتے چلے آرہے ہیں، ہماری تہذیب کا بنیادی ڈھانچہ رسول اللہ کی جن سنتوں پر قائم ہے، ان کے صحیح ہونے کا ثبوت بعین وہی ہے جو قرآن کے محفوظ ہونے کا ہے"۔[5]

مولانا مودودی صاحب اور ڈاکٹر عبدالودود صاحب کے درمیان جو بذریعہ مراسلت سوال وجواب ہوئے اولاً تو یہ خطوط کا سلسلہ ڈاکٹر عبدالودود صاحب نے چند سوالات سے شروع کیا، جن سے وہ مولانا موصوف کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے تھے اور وہ بھی ایک

اہم نقطہ پر، کے تب پاکستان کا آئین بننے جارہا تھااور اس کی بنیاد قرآن وسنت قرار دینا تھااور یہ مطالبہ تقریباتمام مذہبی قیادت کا متفقہ تھا کہ آئین پاکستان کی بنیاد قرآن وسنت کو قرار دیا جائے، اور کوئی قانون سازی قرآن وسنت سے ہٹ کر نہ ہو، اس بات کو ایک مخصوص طبقہ جن کو منکرین حدیث کہا جاتا ہے، جس کے علمبر دار چودری غلام احمد پرویز صاحب تھے ان کے ہم خیال بھی لوگ بزم طلوع اسلام سے منسلک ہوگئے، جن کے نزدیک صرف قرآن ہی اسلامی قانون کا ماخذ ہو سکتا تھا اور وہ طبقہ کسی صورت حدیث کو قانون کا ماخذ ماننے کے لیے تیار نہ تھا، اس طبقہ خاص کے خیال میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معتبریت تو مشکوک تھی ہی بلکہ وہ اِن قرآنی مفاہیم و مطالب کو بھی ماننے کے لیے تیار نہ تھے، جو آیات قرآنی کی تعبیر و تشریح رسولِ اکرم ﷺ نے فرمائی تھی بلکہ وہ طبقہ خود تو قرآن کی تفسیر من چاہی تفسیر کرنا چاہتے تھے مطالب و مفاہیم کو متعین بھی کرتے تھے لیکن اکابرین امت کی تعبیرات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ یہ لوگ مغربی فلسفوں اور عروج سے اس قدر مغلوب تھے کہ وہ اسلام کا برطانوی ماڈل تیار کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ ان کی راہ میں رکاوٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے اور ذخیر احادیث ہیں کہ ذخیر احادیث کے ہوتے ہوئے امت ان کے باطل نظریات اور من چاہی قرآنی تعبیرات قبول نہیں کریں گے، تو اس تمام مسئلے کے حل کے لیے ان کے پاس یہی ایک حل نکلا کہ انہوں نے دوسری صدی ہجری کے خوارج معتزلہ کی طرح حجیتِ حدیث، تدوینِ حدیث، تاریخ تدوینِ حدیث، موضوع حدیث کا بہانہ، احادیث کو لکھنے سے منع کرنا، احادیث 200 سال بعد میں جمع ہونا، حدیث کا قرآن کی طرح محفوظ و مکتوب نہ ہونا اس نوعیت کے سوالات اٹھا کر یہاں تک کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو بھی فرمایا یا کیا وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی زندگی تھی اور وہ واجب الاتباع نہ ہے ذخیرہ احادیث میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش نہ تمام کی انہی سوالات کے ذریعے ڈاکٹر عبدالودود صاحب مولانا مودودی صاحب کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے تھے جو بذریعہ مراسلت سعی ناتمام بھرپور انداز میں کرتے رہے، لیکن مولانا موصوف ایک ماہر مذہبی سکالر تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے، مطالعہ حدیث کا ذوق رکھنے والے تھے انہوں نے ڈاکٹر عبدالودود صاحب کے سوالات کے بھرپور انداز میں جوابات دیے اور دفاع کیا اور انکار سنت کے سامنے سدِ سکندر ثابت ہوئے۔ڈاکٹر عبدالودود صاحب کا اگلا سوال بھی حفاظتِ حدیث سے متعلق ہی ہے۔یعنی:

> "کیا حدیث بھی قرآن کی طرح وحی الہی ہے ؟ اگر ہے تو کیا اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اسی طرح اللہ تعالی نے لیا ہے ؟ جیسے قرآن کا ذمہ لیا اور کیا جیسے قرآن کا منکر کافر ہے؟ اسی طرح حدیث کا منکر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوگا؟"۔[6]

ڈاکٹر عبدالودود صاحب کا دوسرا سوال حدیث کو وحیِ الہی نا ماننے اور اس کے انکار پر عدمِ تکفیر سے متعلق ہے۔اس سوال کے جواب میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

> "ذرا، اس بات پر غور کر لیجئے! کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری جو اللہ تعالی نے لی تھی، اس کو انہوں نے براہ راست عملی جامہ پہنایا یا انسانوں کے ذریعے سے اس کو عملی جامہ پہنوایا ظاہر ہے، آپ اس کا کوئی جواب اس کے سوا نہیں دیکھ سکتے، کہ اس حفاظت کے لیے انسان ہی ذریعہ بنائے گئے، اور عملا یہ حفاظت اس طرح ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو قرآن لوگوں کو ملا تھا، اس کو اسی زمانہ میں ہزاروں آدمیوں نے لفظ بہ لفظ یاد کر لیا پھر ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں اس کو نسلا بعد نسل لیتے اور یاد کرتے چلے گئے، حتی کہ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں رہا کہ قرآن کا کوئی لفظ دنیا سے محو ہو جائے یا اس میں کسی وقت کوئی ردوبدل ہو اور وہ فورا، نوٹس میں نہ آجائے یہ حفاظت کا غیر معمولی انتظام

آج تک دنیا کی کسی دوسری کتاب کے لیے نہیں ہو سکا، اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالی ہی کا کیا ہوا انتظام ہے"۔[7]

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن ذرائع سے اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت کی ہے بالکل انہی ذرائع سے اللہ تعالی نے احادیث کی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے، قرآن لفظا اور معنا محفوظ ہے جبکہ احادیث معنا محفوظ ہیں۔ مولانا مودودی صاحب مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اچھا اب ملاحظہ فرمائیے کہ جس رسول کو ہمیشہ کے لیے اور تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا تھا اور جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دینے کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا اس کے کارنامہ حیات کو بھی اللہ تعالی نے ایسا محفوظ فرمایا کہ آج تک تاریخ انسانی میں گزرے ہوئے کسی نبی، کسی پیشوا، کسی لیڈر اور رہنما اور کسی بادشاہ یا فاتح کا کارنامہ اس طرح محفوظ نہیں رہا اور یہ حفاظت بھی انہی ذرائع سے ہوئی جن ذرائع سے قرآن کی حفاظت ہوئی، ختم نبوت کا اعلان بجائے خود یہ معنی رکھتا ہے، کہ اللہ تعالی نے اپنے مقرر کیے ہوئے آخری رسول ﷺ کی رہنمائی اور اس کے نقوش قدم کو قیامت تک زندہ رکھنے کی ذمہ داری لی ہے، تاکہ اس کی زندگی، ہر انسان کی رہنمائی کرتی رہے اور اس کے بعد کسی نئے رسول کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہے، اب آپ خود دیکھ لیں کہ اللہ تعالی نے فی الواقع جریدہ عالم پر ان نقوش کو کیسا ثبت کیا ہے کہ آج تک کوئی طاقت نہیں مٹا نہیں سکی، کیوں آپ کو نظر نہیں آتا کہ یہ وضو، یہ پنج وقتہ نماز، یہ اذان، یہ مساجد کی نماز باجماعت، یہ عیدین کی نمازیں، یہ حج کے مناسک، یہ بقرہ عید کی قربانی، یہ زکوۃ کی شرحیں یہ ختنہ یہ نکاح و طلاق، وراثت کے قاعدے، یہ حرام و حلال کے ضابطے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے دوسرے بہت سے اصول اور طریقے جس روز سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیے ہیں، اسی روز سے وہ مسلم معاشرے میں ٹھیک اسی طرح رائج ہو گئے جس طرح قرآن کی آیتیں زبان پہ چڑھ گئیں"[8]۔

احادیث کے موجودہ مجموعوں سے جن سنتوں کی شہادت ملتی ہے ان کی دو بڑی قسمیں ہیں، ایک قسم کی سنتیں وہ ہیں، جن کے سنت ہونے پر امت شروع سے آج تک متفق آرہی ہے یعنی بالفاظ دیگر وہ متواتر سنتیں ہیں اور امت کا ان پر اجماع ہے، ان میں سے جو شخص بھی کسی کو ماننے سے انکار کرے گا وہ اسی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا جس طرح قرآن کی کسی آیت کا انکار کرنے والا خارج از اسلام ہو گا، دوسری قسم کی سنتیں وہ ہیں جن کے ثبوت میں اختلاف ہے یا ہو سکتا ہے اس قسم کی سنتوں میں سے کسی کے متعلق اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری تحقیق میں فلاں سنت ثابت نہیں ہے اس لیے میں اسے قبول نہیں کرتا تو اس قول سے اس کے ایمان پر قطعا کوئی آنچ نہ آئے گی یہ الگ بات ہے کہ ہم علمی حیثیت سے اس کی بات کو صحیح سمجھیں یا غلط ، لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ واقعی سنت رسول ہو بھی تب بھی میں اس کی اطاعت کا پابند نہیں ہوں، تو اس کے خارج از اسلام ہونے میں قطعا کوئی شبہ نہیں، کیونکہ وہ رسول کی حیثیت پیغمبرانہ یعنی اتھارٹی کو چیلنج کرتا ہے جس کی کوئی گنجائش دائرہ اسلام میں نہیں ہے۔

انکارِ حدیث بسبب "کتابتِ حدیث"

منکرینِ حدیث کے ہاں کتابتِ حدیث سے ممانعت کی وجہ سے جب احادیث محفوظ ہی نا، رہیں تو ذخیرہ احادیث بھی قابلِ اعتناء نا رہا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث لکھنے سے خود ہی منع فرما دیا تو اس طرح احادیث مکتوب و محفوظ نہیں، جب احادیث ہی

غیر محفوظ ہو گئیں تو قابلِ حجت کیسے ہو سکتیں ہیں؟ اگر احادیث کی حفاظت ضروری ہوتی تو آپ ﷺ قرآن کی طرح احادیث کا کوئی مجموعہ کیوں نا تیار کروا کر دے گئے۔ مغربی پاکستان کے ایک فاضل جج صاحب نے **کتابتِ حدیث کی ابتدائی ممانعت اور اس کی وجوہ پر** تنقید اجب یہ سوال اُٹھایا تو مولانا ابو الاعلی مودودی صاحب نے اس کا ایک کامل جواب دیا۔ فاضل جج صاحب کے نزدیک حدیث پر اعتماد نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کتابتِ حدیث سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"لاتكتبوا عنی غير القران ومن يكتب فليمحه حدثوا ولاحرج"[9]

مولانا مودودی صاحب جج صاحب کے اس اعتراض پر لکھتے ہیں کہ: اس حدیث میں صرف لکھنے سے منع کیا ہے بیان کرنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس حدیث میں تو بالفاظ صریح فرمایا **"حدثوا ولا حرج"** میری باتیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مولانا مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں: "قریش جیسے ترقی یافتہ قبیلے کا حال یہ تھا کہ اس میں بقول مورخ بلاذری 17 لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور انصار مدینہ میں صرف 11 لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے کاغذ ناپید تھا، کھجور کی چھال، چمڑے، پتھروں پر لکھا جاتا تھا ان حالات میں حضور کی پوری توجہ کتاب اللہ کو محفوظ کرنے پر تھی، پھر چند گنے چنے لوگ لکھے پڑھے تھے یہ معاملہ بھی تھا کہ کہیں قرآن میں غلطی کی وجہ سے احادیث شامل نہ ہو جائیں اس لیے ابتداء کتابتِ حدیث سے منع فرمایا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے لکھے بڑھے لوگ جب زیادہ تیار ہو گئے تو کتابتِ حدیث کا اذن عام دے دیا"۔[10]

کتابتِ حدیث کے ثبوت پر چند احادیث

1. حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیتا تھا مجھ سے لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں کبھی خوشی میں بولتے ہیں کبھی ناراضگی میں اور تم سب کچھ لکھ ڈالتے ہو تو میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھ نہ لوں نہیں لکھوں گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: **"لا يخرج منه الا الحق"**[11] "اس منہ سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں"

2. حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں انصار میں ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی میں آپ ﷺ کی بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر یاد نہیں رکھ سکتا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے ہاتھ سے مدد لو پھر ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ بھی فرمایا"۔[12]

3. حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد حرم مکہ کے احکام بیان فرمائے، تو یمن کے ایک شخص "ابو شاہ" نے کہا مجھے لکھوا دیجیے! تو آپ نے فرمایا "ابو شاہ کو لکھ دو"۔[13]

4. آپ ﷺ کا یہ فرمان **"لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ "**[14] (جو موجود ہے، وہ غیر موجود تک میرا پیغام پہنچا دے) حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ ارشاد نبوی ﷺ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ دین اسلام کی تبلیغ اور اس کے احکام کی صحیح صورت میں منتقلی ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس کی بنیاد پر صحابہ کرام، تابعین اور محدثین کرام نے حدیث کی روایت، تدوین اور حفاظت کا عظیم الشان کام سر انجام دیا، تاکہ قیامت تک امت کو مستند اور صحیح احادیث میسر رہیں۔ حضور نے فتح مکہ کے موقع پہ خطبہ ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا جو موجود ہیں غائب لوگوں تک بات پہنچا دیں حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا اللہ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جو مجھ سے حدیث سنے یاد رکھے اور پھر ان لوگوں تک پہنچا دے کہ بہت سارے فقہ اٹھانے والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان تک حدیث پہنچاتے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

انکارِ حدیث بسبب "کثرتِ حدیث"

منکرینِ حدیث کے ہاں انکارِ حدیث کی بنیادی وجوہات میں سے ایک یہ ہے، کہ مختلف زمانوں میں احادیث کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا ہے، جبکہ احادیث کا دروازہ تو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا تھا، اور بعد میں اصل اور اضافہ شدہ میں امتیاز ممکن نا رہا لہٰذا ذخیرہ احادیث قابلِ التفات کیسے ہو سکتا ہے؟۔ منکرینِ حدیث کے ہاں انکارِ حدیث سے متعلق مزید کچھ اس طرح کے سوالات بھی کیے جاتے ہیں۔

- امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں سے صرف نو ہزار احادیث کو انہوں نے صحیح قرار دیا۔
- آپ ﷺ کی ظاہری حیات تک احادیث کا اتنا ذخیرہ موجود نا تھا لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد لاکھوں کی تعداد میں بڑھ گئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں لوگوں نے گھڑ لیں تھیں۔
- احادیث کی کثرت سیاسی کشمکش کا نتیجہ ہے۔

غلام احمد پرویز صاحب حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ کوششیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کافی عرصہ بعد شروع ہوئیں، مثلاً ان مجموعوں میں سب سے زیادہ مستند مجموعہ امام بخاری کا سمجھا جاتا ہے، وہ حضور ﷺ کے وصال کے دو اڑھائی سو سال بعد مرتب ہوا تھا، یہ مجموعے کسی سابقہ ریکارڈ سے مرتب نہیں ہوئے تھے، زبانی روایات جمع کی گئیں تھیں"۔[15]

غلام احمد پرویز صاحب کی یہ بات کہ سب سے مستند مجموعہ دو، اڑھائی سو سال بعد لکھا گیا جو کسی ریکارڈ سے تیار نہیں ہوا۔ حقیقت سے بعید بات ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کے پاس اپنے اپنے نسخے موجود تھے البتہ کتب وفصول کی اس ترتیب کے ساتھ نہیں تھے بس۔ امام بخاری کا چھ لاکھ احادیث میں سے نو ہزار احادیث کے انتخاب کے مسئلہ سے متعلق اعتراض فاضل جج جسٹس محمد شفیع صاحب نے مولانا مودودی صاحب پر اُٹھایا اور کثرتِ احادیث پر اعتراض کیا۔ مولانا مودودی صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "فاضل جج کی ایک اور بات جو سخت غلط فہمی پیدا کرتی ہے، وہ یہ کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے صرف نو ہزار کو صحیح کی حیثیت سے قبول کیا، اس سے ایک شخص یہ تاثر لیتا ہے کہ چھ لاکھ سے وہ نو ہزار تو صحیح تھی جو امام بخاری نے لے لیں، اور باقی پانچ لاکھ 91 ہزار جھوٹی حدیثیں قوم میں پھیلی ہوئی تھیں حالانکہ اصل حقیقت اس سے بہت مختلف ہے، دراصل محدثین کی اصطلاح میں ایک واقعہ اگر ایک سند سے ملے تو وہ ایک حدیث شمار کرتے ہیں، لیکن اگر ایک ہی واقعہ دس یا بیس یا 50 سندوں سے روایت ہو تو محدثین اسے 10، 20 یا 50 حدیثیں شمار کرتے ہیں، امام بخاری تک پہنچتے پہنچتے چند ہزار احادیث لاکھوں سلسلہ سند سے مروی تھی اس لیے تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی امام بخاری نے تو کبھی ایسا دعوی نہیں کیا کہ جو انہوں نے منتخب کی ہیں، بس وہی صحیح ہیں، باقی تمام غیر صحیح ہیں بلکہ امام بخاری کا قول ہے میں نے بہت سی صحیح حدیث اس لیے چھوڑ دی ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے"[16]۔

اس تحریر سے تین نکات مزید واضح ہوتے ہیں:

1. بالکل یہی اعتراض معروف مستشرق گولڈ زیہر نے بھی اُٹھائے ہیں۔ یہ منکرینِ حدیث کی کوئی نئی ذہنی اختراع نہیں ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منکرینِ حدیث چونکہ مرعوبِ مغرب ہیں اس لیے جو کچھ مغربی آقاؤں نے کہہ دیا وہی حرفِ آخر ہے اگرچہ اپنے دین اور نبی ﷺ کے خلاف ہی کیوں نا ہو۔

2. محترم جج صاحب کا علمی قد اس قدر ہے کہ امام بخاری نے تو صحیح بخاری میں سوا سات ہزار احادیث روایت کیں ہیں جن کو وہ نو ہزار کہتے ہیں۔
3. جسٹس محمد شفیع صاحب کے اقوال سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید وہ احادیث کے طرق اور اسناد سے بھی ناواقف ہیں، کیونکہ کثرتِ احادیث، کثرتِ طرق کے سبب ہے نا کہ کثرتِ متن کی بنا پر۔

انکارِ حدیث بسبب "وضعِ حدیث"

منکرینِ حدیث کے نزدیک محدثین نے بڑی تعداد احادیث کو موضوع اور ضعیف قرار دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا، احادیث اب درست انداز میں ہمارے پاس نہیں ہیں، لہذا، اب کیسے قابلِ اعتماد ہو سکتی ہیں؟ مولانا محمد ادریس کاندھلوی جواب لکھتے ہوئے خلاصہ ذکر کرتے ہیں:

> "قوت حافظہ، فراست کاملہ، عظمت وہیبت، عشق ومحبت، دنیا سے نفرت وبیزاری، اللہ تعالی کا ارادہ ازلیہ، تائید غیبی، حضور پر نور کی دلی تمنائیں، دعائیں، من جانب اللہ رفع موانع"۔[17]

دراصل کسی شے کی حفاظت کے لیے جس قدر اسباب ممکن ہیں، وہ سب حدیث نبوی میں جمع ہیں، یعنی حدیث نبوی کے تحفظ کے لیے مذکورہ بالا تمام ظاہری وباطنی اسباب جمع ہیں۔ دوسرا اعتراض منکرینِ حدیث کا ہے کہ روایت بالمعنی ہے یعنی راوی نے مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ کیا ہے، نہ کہ الفاظ پھر قطعی طور پر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ الفاظ وہی ہیں؟ تو پھر حجیت کیسی ہوئی؟ احادیث میں تعارض ہے، احادیث موضوع ہیں، احادیث خلاف عقل ہیں۔ حدیث صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہوسلم کے کلمات طیبات کا نام نہیں، بلکہ آپ کے اقوال، افعال، اخلاق، عادات، احوال واقعات اور صفات سب احادیث ہیں جبکہ اقوال کا تناسب باقی احادیث کی نسبت کم ہے لیکن نسل در نسل تسلسل اور تواتر سے احادیث روایت ہوئی ہیں، تعارض والی احادیث میں رفع تعارض کے اصول موجود ہیں اور موضوع احادیث ویسے ہی مردود ہیں تو ان کی وجہ سے ذخیرہ حدیث جو درجہ صحت کو پہنچا ہوا ہے اس کا انکار کیسے جائز ہوگا؟ کوئی بھی صحیح حدیث خلاف عقل نہیں ہے۔[18]

- اولا: تو جو ذرائع قرآن کو محفوظ کرنے کے تھے وہی حفاظتِ حدیث کے لیے بھی استعمال ہوئے۔
- ثانیا: جب علمِ جرح وتعدیل کے اصول وضع کیے جاچکے تو رواۃ اور احادیث کی درجہ بندی صحت وسقم کے لحاظ سے کر دی گئی۔
- ثالثا: منکرینِ حدیث بھی معاشرہ سے اخذ کے قائل ہیں، اس لحاظ سے باقاعدہ حفظ وکتابت نا بھی ہو، تب بھی صحابہ کرام میں جب یہ احادیث معروف تھیں پھر تابعین وتبع تابعین میں تو ان کو لینے میں کیا حرج ہو سکتا ہے؟۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے منکرین حدیث کے اعتراض کے پانچ اسباب بیان کیے، ان کے شبہات بصورت سوال اور پھر ان سوالات کا تجزیہ علمی بنیادوں پر پیش کیا جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ منکرین حدیث کے جملہ اعتراضات سطحی قسم کے ہیں علمی بنیادوں پر ان کی تردید ممکن ہے اور امت مسلمہ کی عمومی روایت اور علماء کا کردار اس سلسلہ میں کسی بھی شبہے کے ازالہ کے لیے انتہائی اہم ہے۔ حدیث کو ماخذ دین مانے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور حدیث کے اصولوں کی تدوین واطلاق اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ اہل علم نے حدیث کو حجت مانتے ہوئے اس کی صحت وسقم کے سلسلہ میں کسی بھی قسم کے تساہل کو روا نہیں رکھا اس لیے کسی بھی مسلمان کے پاس حدیث کو مصدر دین نہ ماننے اور اس پر عمل نہ کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی مگر یہ کہ جو ناقص الدین ہوائے نفس کے مطیع ہوں تو اس کا کوئی حل نہیں ہے۔

حوالاجات

[1] :ماہنامہ محدث، خصوصی اشاعت، فتنہ انکارِ حدیث، شمارہ9،8 طبع ماہنامہ محدث، لاہور، سنہ ستمبر2002، ص156۔
6:ماہنامہ محدث، خصوصی اشاعت، فتنہ انکارِ حدیث، شمارہ9،8 طبع ماہنامہ محدث، لاہور، سنہ ستمبر2002، ص15۔
[3] :ماہنامہ محدث، خصوصی اشاعت، فتنہ انکارِ حدیث، شمارہ9،8 طبع ماہنامہ محدث، لاہور، سنہ ستمبر2002، ص188۔
[4] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص129-130۔
[5] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص129-130۔
[6] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص118-120۔
[7] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص122۔
[8] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص123۔
[9] تحفۃ الاشراف، الشیخ البانی، بحوالہ مسلم، رقم الحدیث4167۔
[10] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص325۔
[11] امام ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سنہ 2002، ج ۲۔ صفحہ ۱۵۸۔
[12] ترمذی، محمد بن عیسی الترمذی، السنن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سنہ 2002 جلد ۲۔ صفحہ ۲۴۲۔
[13] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، الصحیح، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سنہ 2002، کتاب العلم، ج 1 ص 21۔
[14] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، الصحیح، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سنہ 2002، کتاب العلم، ج 1، رقم الحدیث، 67۔
[15] غلام احمد پرویز، اسبابِ زوالِ اُمت، طبع ادارہ طلوعِ اسلام لاہور، سنہ 2012 ص63۔
[16] ترجمان القرآن، جلد56، منصبِ رسالت نمبر، طبع ترجمان القرآن لاہور، سنہ 1961 ص320-321۔
[17] ہفت روزہ الاعتصام، حجیت حدیث نمبر، طبع شاکرین لاہور، ناشر دارالدعوہ السلفیہ شیش محل لاہور، سنہ 2010 ص۔240
[18] ہفت روزہ الاعتصام، حجیت حدیث نمبر، طبع شاکرین لاہور، ناشر دارالدعوہ السلفیہ شیش محل لاہور، سنہ 2010 ص29۔